U0943

انظر الی ما قال

هو

۷۸۶

ولا تنظر الی من قال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من بکیٰ علی الحسین او ابکیٰ او تباکیٰ وجبت لہ الجنۃ

نظر بر مضمون ماتم حسین

قبل ازیں اخبار صحیفہ مورخہ ۸ محرم سنہ رواں میں ماتم حسین کے عنوان سے جو مضمون طبع ہوا تھا اس میں میں نے صرف ان امور کے متعلق توجہ دلائی تھی کہ جو امور قابل گرفت تھے الخ ان پر گرفت کی گئی تھی یا جو امور مبہم تھے ان کی صراحت چاہی تھی۔ اب ماتم محرم کے عنوان سے ایک بے نام ونشان نامہ نگار صاحب کی طرف سے ایک مضمون ۲۰ و ۲۱ محرم سنہ رواں کے پرچہ صحیفہ میں شایع ہوا ہے جس میں مضمون سابقہ پر کچھ ازدیاد اور مجھ پر کچھ ایراد کیا گیا ہے لہذا میں مکرر اس کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتا ہوں تاکہ منصف مزاج اصحاب اس پر غور فرمائیں:

ف - پہلے ایام عزا میں چونا وغیرہ مکانوں کی صفائی کو نامستحق تبلایا گیا تھا جس میں سے ثابت کر دیا کہ بوجوہ چند ایسے موقع پر مکانوں کی صفائی نہایت ضرور ہے اب رنگ و روغن اور پر تکلف فرش وسامان و آرایش اس پر بڑھا دیا گیا ہے اس طرح اگر تقریر کو طول دیا جاسے تو بات کا تبنگڑ بنجایگا نامہ نگار صاحب نے بڑی خوشی ظاہر فرمائی ہے کہ میں شیر اور مجنوں وغیرہ رنگوں کے ناجایز ہونے میں ان کا ہمخیال ہوں اس کا مطلب

تھا یہ ہوگا کہ مثل صفائی مکان کے میں ان مزخرفات کو بھی جائز قرار دیتا۔ خیر میں اس
اظہار خوشنودی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اب میں مکان کے پرتکلف ہونے کے متعلق نامہ نگار صاحب سے ملتجی ہوں کہ جب
آپ مکان کی درستی کو درست مانتے ہیں اور مروجہ صفائی کو ناجائز قرار دیتے ہیں تو اس کے لیے
حدود مقرر کرنا ہوگا تا لوگ اس پر عمل پیرا رہیں یعنے چونا کتنا ہوا اور رکھا ہوا ہو تو کتنی ہو۔
فرش ہو تو کس پارچہ کا ہو کپڑا کہاں کا بنا ہوا ہو اور کس رنگ کا ہو اور صفائی و درستی
مکان کیجائے تو کس طرح کیجائے جو خلاف مرضی نہ ہو اس لیے کہ تمام فرق اعتباری ہے مثلاً ایک
پانچ روپے ماہوار والا شخص بزم عشرت میں اپنے مکان کو جس طرح آراستہ کریگا اس کے
مقابل سو روپے ماہوار والے کا مکان بزم ماتم میں اس سے بدرجہا بہتر اور آراستہ
ہوگا چنانچہ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب مقدور شخص کی میت جب شب کے
وقت نکلتی ہے تو اس کے ساتھ بجلی کے گولے روشن رہتے ہیں اور بیسیوں شائستہ
[illegible] والے ساتھ رہتے ہیں مولود خواں ساتھ ساتھ مولود پڑھتے جاتے ہیں جنازے پر
[illegible] زری اور زربفت کا شامیانہ رہتا ہے پھولوں کی چادر اس قدر بھاری ہوتی
ہے کہ بقول شاعر ع ۔ بیٹھے جاتے ہیں جنازے کے اٹھانے والے ۔ غرض ایک
دولہا کی برات معلوم ہوتی ہے بخلاف اس کے جب ایک غریب کی برات نکلتی ہے
تو اس کے ساتھ نہ مشعل ہوتی ہے نہ بجلی کے گولے صرف ایک آدھ ٹمٹماتا ہوا [illegible]
یا ایک آدھ جھلملاتی ہوئی شمع دولہا کے گلے میں تیلے پیلے [illegible] جسم میں کرایہ کا پرانا [illegible]
[illegible] کا جامہ اور زیر سواری مانگے تانگے کا ایک مریل گھوڑا ساتھ اہالی نہ موالی
آپ ہی نوشہ آپ ہی باراتی جلوس میں کوئی گھوڑا نہ ہاتھی چپ چاپ سناٹے کا عالم [illegible]
[illegible] چلے جا رہے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ع ۔ ببیں تفاوت رہ از
کجا است تا بہ کجا۔ ایک مالدار نے عزیز کے دسویں چہلم میں اس تکلف سے کھانا تقسیم

کرتا ہے کہ غریب کی شادی میں بھی ویسا میسر نہیں ہوتا۔ غرض یہ پیرایہ ۔۔۔ نہیں
ہیں بلکہ بمقتضائے حالت ہیں۔ اسی طرح مجالس عزائے امام میں مکانوں کا آراستہ کرنا
بلحاظ حالات متفاوت ہے۔ کسی مجلس میں رؤسا قدم رنجہ فرماتے ہیں۔ کسی کے پاس وزرا
تشریف لاتے ہیں کسی کے گھر امرائے دولت وارکین سلطنت آتے ہیں کسی کے پاس
اس کے ہمسر بلائے جاتے ہیں اس لیے علی قدر مراتبہم تکلف کرنا پڑتا ہے یہ کیا ضرور ہے کہ اگر
عید میں فرش بچھایا جائے تو محرم میں لوگوں کو خاک پر بٹھایا جائے۔ علی ہذا شربت کھچڑی کی تقسیم
کو بھی دہم چہلم کی حلوا روٹی کی تقسیم سے مشابہ سمجھ لو اس پر خوشی کے حصوں کی تقسیم کا گمان کیوں
لیے کیا جائے اور اس سے مقصد لذت کام و دہاں کس واسطے سمجھا جائے سوائے اس کے
اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اس کو رسم و رواج کہا جائے۔ اسی بات کو میں نے مضمون سابق
میں بیان کیا تھا جس کے متعلق مجھ پر یہ الزام لگایا گیا کہ رسم و رواج کی آڑ میں پناہ لیجاتی ہے
اگر وہ حلوا روٹی رسم و رواج نہیں ہے تو آپ ہی بتائیے کہ کیا ہے۔

ف ۲ ۔ قولہ ملخصاً مقامات بزم عزا کی آرائش و روشنی سے جو مسابقۃ و مفاخرۃ
کے لیے مقابلہ ہوتا ہے۔ اس کو ایک ظاہر بین دیکھکر کیا سمجھیگا الخ

اقول جسطرح اس ظاہر بیں نے اپنی طرف سے اس کو مفاخرۃ اور مسابقۃ سمجھ رکھا
ہے۔ اسی طرح اور بھی جو کچھ چاہے سمجھلے ہم تو بلا دلیل اس مفاخرۃ اور مسابقۃ کے دعوی کو
صحیح نہیں مانتے من ادعی فعلیہ البیان وعلینا التسلیم او الرد بالبرہان۔ فہاتوا برہانکم ان کنتم
صادقین۔

ف ۳ ۔ قولہ ملخصاً رسم فقیری اور شربت کھچڑی سے تمام محرم کو رسم و رواج بنا دیا گیا ہے الخ
اقول جو رسم و رواج مباح ہے اس کے کرنے میں کیا گناہ ہے۔

ف ۴ قولہ اس سے اصل مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا الخ۔
اقول اصل مقصد تو بخوبی حاصل ہے۔ بلکہ ہو ظاہر کالشمس فی نصف النہار۔ جو شخص

دیکھتا ہے یہی کہتا ہے کہ یہ امام کی رسی کی کھچڑی اور شربت ہے۔ اور نامہ نگار صاحب بھی اس کو یہی سمجھتے ہیں کہ یہ وہی شربت اور کھچڑی ہے جو عاشورا محرم میں پکائی جاتی ہے پس جب اتنی بات ہے تو مقصد حاصل ہے یعنے امام کی یادگار باقی ہے اور جو غریب لوگ اس کو کھائینگے اسکا اجر اس کے سوا ہے اس میں سب سے بڑا مقصد یہ حاصل ہوتا ہے کہ ہزارہا غیر مسلم لوگوں کے دلوں میں ہمارے ایک مقتدا کی عظمت قایم ہو جاتی ہے اور نہایت خلوص سے وہ بھی ہماری اس رسم میں شریک ہوتے جاتے ہیں۔ ایک باریک بین نظر میں یہ بہت بڑا راز ہے ظاہر بین چاہے اس کو کچھ ہی سمجھ لے تیغ سے جہاد کر کے بھی ہم اس خلوص کو کسی کے دل میں نہیں پیدا کر سکتے جو اس کھچڑی کی دیگ سے قایم کر رہے ہیں اگرچہ وہ غیر اقوام اس فعل سے مسلمان تو نہیں کہلا سکتے مگر مطیع اسلام ضرور سمجھے جا سکتے ہیں اور اس سے مسلمانوں کی معاشرت اور معاملت پر کیسا اچھا اثر پڑتا ہے اس کے سوا عوام مسلمانان کی تالیف قلوب بھی مدنظر ہے اور یہ شربت کھچڑی مستحقین کو پہنچے کے متعلق آیندہ فقرہ (۷) کے جواب میں ہم بتا ینگے کہ اس کو کس قسم کا استحقاق ہے۔

ف ۵۔ قولہ تعزیہ فقیری میں سلے سلے لباس پہنائے جاتے ہیں جس سے اظہار ماتم و غم مفقود ہے الخ

اقول۔ فقیری کے سلے سلے سبز لباس سے اظہار غم مفقود نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کو تمام لوگ ایک ہی رنگ کے ساتھ استعمال کرتے ہیں جہاں اس لباس کو دیکھا فوراً ہر ایک کی زبان سے یہی نکلتا ہے کہ یہ لباس امام کی فقیری کا ہے۔ غرض جتنے کام ہیں ان سب میں فرق اعتباری ہے اگر جمہور کے نزدیک سرخ لباس ماتم کے لیے اور سیاہ لباس خوشی کے لیے قرار پاتا ہو تو ہمکو اسی کے پابند رہنا پڑتا اس میں کوئی اعتراض کا مقام نہ تھا ہر ملک سے سمجھے اہل یورپ کے پاس جب کبھی خوشی کی تقریب میں ڈنر ہوتا ہے تو اس میں سیاہ کوٹ پہننا لازمی ہوتا ہے حالانکہ وہ ماتمی لباس ہے۔ لہذا جب ایک چیز کسی کام کے لیے مخصوص کر دیجائے

اور وہ خرچ ہو جاوے تو اسی کام کی کہلائیگی۔ گو مضمون مخالف کے ساتھ مشارکت رکھتی ہو مثلاً محفل میلاد شریف کے لیے جس طرح مکان وغیرہ درست کیا جاتا ہے مجلس وفات کے لیے بھی اسی طرح کیا جاتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ میلاد کا غم اور وفات کی خوشی کی جاتی ہے۔ ہر امر میں خصوصیت وقت کا لحاظ ضرور ہے۔ مثلاً حسب رواج عام کسی بیوہ کو دوشالہ دیا جاتا ہے تو وہ نئے کپڑے کا ہوتا ہے پرانا کپڑا نہیں دیا جاتا۔ اس سے وہ بیوہ خود یا دوسرے دیکھنے والے یہ خیال نہیں کر سکتے کہ یہ نیا لباس تہنیت کے لیے دیا گیا ہے علی ہذا سرکار سے معززین اور مقربین درگاہ کو ماتم پرسی کا جو خلعت ملتا ہے وہ پھٹے پرانے کپڑے کا نہیں ہوتا ہے بلکہ نیا دوشالہ وغیرہ دیا جاتا ہے غرض ہر چیز میں قدر اور خصوصیت معتبر ہے اور جو کچھ ہے وہ فرق اعتباری ہے سے ورعل کرش

ہر چہ خواہی پوش + تاج بر سر نہ و علم بردوش + ایسی صدہا مثالیں ہیں جو متضاد کیفیتوں پر صادق آتی ہیں ایک کا دوسرے پر انطباق ہاں بیجا ہے۔ مثلاً چالیس روز میں ایک زچہ کا چلہ ہوتا ہے اور چالیس ہی روز میں ایک میت کا چہلم کیا جاتا ہے پس اگر ایک کو دوسرے پر منطبق کیا جاوے تو کیسا برا نتیجہ نکلیگا۔ فافہم و تدبر۔

ف ـ قولہ ملخصاً۔ شربت کھچڑی سے کام وہ ہان کی لذت حاصل کی جاتی ہے محتاجین اور غربا کو فایدہ نہیں ہوتا۔

اقول۔ شربت کھچڑی سے اگر کام و دہان کی لذت حاصل کی گئی تو برا کیا ہوا حکم خدا کی تعمیل کی گئی کما قال کلوا من طیبات ما رزقنکم اصل حقیقت یہ ہے کہ جس قدر شربت کھچڑی تیار ہوتی ہے وہ سب محتاجین اور غربا کو تقسیم کی جاتی ہے تیار کرنے والا سب کی سب خود نہیں کھا جاتا ہے یا اس کو زمین میں دفن نہیں کر دیتا ہے عزیز قریب دوست احباب ہمسایہ یہ سب مستحقین ہیں ہر ایک کا استحقاق جداگانہ ہے کسی کو بلحاظ تبرک دیا جاتا ہے کسی کو بلحاظ محبت دیا جاتا ہے کہ جو اچھی چیز ہم کھائیں اس میں ہمارا عزیز بھی شریک رہے بعض کو بلحاظ مروت دیا جاتا ہے کہ خلاف اخلاق نہ ہو۔ مثلاً ہمسایہ میں ایک چیز غیر معمولی طور پر پکے اور

باوجود قناعت مہمسایہ حالانکہ اس سے محروم رہے شرعاً وعقلاً کسی طرح یہ طریقہ مستحسن نہیں ہوسکتا۔
اور یہ تمام باتیں لازمۂ معاشرت سے ہیں کسی طرح ترک نہیں ہو سکتیں خود نامہ نگار صاحب بھی ایسا
کرنے میں مجبور ہیں زبان سے کہدینا اور بات ہے۔ اب اس کے لیئے یہ خیال کرنا کہ بغرض حصول
معاوضہ یہ تقسیم کیجاتی ہے کسی طرح درست نہیں اس لیئے کہ اگر حصول منفعت مقصود ہو تو کسی کے
پاس حصہ بھیجکر معاوضہ کی امید میں بیٹھے رہنا کیا معنے ممکن ہے کہ معاوضہ میں کم آسے اور ہم گھاٹے
میں رہیں سرسے سے حصے بھیجنے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے اور اپنی عیال کے لیئے پکایا
اور کھالیا بس چھٹی ہوئی۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بزرگان دین کی نذر و نیاز میں ایسی چہ میگوئیاں
فضول ہیں۔ دیکھو حضرت خواجہ خواجگان خواجہ اجمیری اور حضرت بندہ نواز گیسو دراز وغیرہم
قدس سرہم کی درگاہوں پر دیگ اور شیرینی لٹانے کا کیسا عام طریقہ مروج ہوگیا ہے اس کو
ان بزرگان دین کا فیض سمجھنا چاہیے۔ جو ہمیشہ جاری رہیگا لیکن کھانے اور کھلانے کا طریقہ
حسب رواج مختلف ہے۔

ف ۔ قولہ ملخصاً۔ اگرچہ ضریحوں اور تعزیوں کے توسل سے دعا مانگنا بیان کیا گیا ہے
لیکن حقیقت حال اس کے خلاف ہے ایک جماعت کثیر اس کو فی الحقیقت قاضی الحاجات
مانتی ہے الخ۔

اقول۔ اگر فی الحقیقت ایسا ہے تو ہم بھی اس کو برا اور بہت ہی برا سمجھتے ہیں مگر کسی طرح
تعزیوں اور ضریحوں کی موقوفی کی راے نہیں دیتے بلکہ ان قاضی الحاجات سمجھنے والوں
کو ہدایت کرنے کی راے [illegible] دیتے ہیں مثلاً کوئی شخص اگر کسی بزرگ کی قبر کو سجدہ کرے تو
اس سجدہ کرنے والے کو منع کرینگے اس قبر کو نہیں مٹا دینگے۔

ف ۹ ۔ قولہ ملخصاً۔ (۱) کسی آیت قرآنی یا حدیث سے علموں اور تعزیوں کی اجازت ثابت
کیجاسکتی ہے۔ (۲) یا یہ تبلایا جاسکتا ہے کہ عہد پیغمبر یا دور خلافت راشدہ میں یا (۳) زمانۂ
تابعین و تبع تابعین یا ائمہ معصومین میں علم استادہ ہوتے اور ضریح یا تعزیے نکلتے تھے الخ

اقول۔ (۱) جب حدیث و قرآن سے اس کی ممانعت نہیں ہے تو پھر اس کے جواز میں کیا
شک ہے از روے اصول فقہ اصل ہر شے کی اباحت ہے تاوقتیکہ کوئی دلیل قطعی اس کی مانع
نہ ہو۔ (۲) علم اور تعزیے لوگ امام حسین کی شہادت کی یادگاریں بنانے لگے ہیں جبکہ پیغمبر خدا کے
زمانہ میں یا دور خلافت راشدہ میں حضرت شہید ہی نہیں ہوے تھے تو پھر اس زمانہ میں ان
چیزوں کا ہونا میں کس طرح بتا سکتا ہوں۔ ہذا فات الشرط فات المشروط۔ ہاں قبر کے نمونہ بنانے کا
جواز میں حدیث سے ثابت کرسکتا ہوں کما سیاتی انشاء اللہ (۳) علم پیغمبر خدا اور صحابہ اور
تابعین اور تبع تابعین و ائمہ معصومین کے زمانہ میں بطور نشان لشکر موجود تھے مگر بصورت
مروجہ حال ایک رسمی چیز ہے جیسے مسجد کے مینار اور کلس وغیرہ ہر ایک چیز جو آنحضرت
کے یا صحابہ کے زمانہ میں نہ ہو موضع نہیں ہو سکتی مثلاً قرآن شریف جو اس وقت اعراب
کے ساتھ طبع ہوتا ہے صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں اس پر اعراب نہ تھے یا کتبہ اللہ یا جا نماز
مصلّے یا مجالس میلاد شریف جو کہ بعد کی ایجاد ہے جیسا کہ امام نووی فتح المبین، شرح الاربعین
میں تحریر فرماتے ہیں قال قال شیخنا الامام ابو شامۃ ما احسن ما ابتدع
فی زماننا ما یفعل کل عام فی یوم الموافق لیوم مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من
اظہار النعمۃ والسرور الخ علی ہذا تعمیر گنبد وغیرہ بھی بعد کی ایجاد ہے ارشاد نبوی
میں قبر کے متعلق یہ احکام ہیں کہ مٹی کا ڈھیر ہو نہ گچ ہو نہ سنگ مرمر اب بتائیے اور حضور بتائیے
کہ بزرگان دین اور ائمہ معصومین کے مزار اور جالی اور خود آنحضرت صلعم کا روضہ مقدسہ کس نمونہ
پر ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا بلحاظ عظمت و اظہار شان و شوکت ان مزارات
شریفہ کو ایسا ہی ہونا چاہیے جیسے کہ اب ہیں۔ اس پر اعتراض زیبا نہیں ہے۔

قبر کی نقل بنانے کے متعلق (۱) کفایہ شعبی اور فتاوی عالمگیری و مطالب المومنین اور
خزانۃ الروایہ میں جواز تقبیل قبر کے تحت میں مذکور ہے کان رجلا جاء الی النبی ص
فقال یا رسول اللہ انی حلفت ان اقبل عتبۃ باب الجنۃ و جبہۃ

حور العین فامر صلعم ان یقبل رجل الام وجبھۃ الاب فقال یا
رسول اللہ ان لم ابوانی میت فقال قبل قبرھما فقال ان لم اعرف
قبرھما قال خط خطین وانو احدھما قبر الام والاخر قبر الاب
فقبلھما فلا تحنث فی یمینک انتھی ۔ فقہ احمدی میں نقلاً از جامع الشریعت
اس کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے کہ ایک شخص نے جناب رسالتمآب کے پاس آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ
میں نے قسم کھائی ہے کہ آستانہ جنت اور پیشانی حور کو بوسہ دوں گا ۔ آپ نے فرمایا کہ ماں کا پاؤں
اور باپ کی پیشانی پر بوسہ دے اس نے کہا کہ اگر ماں باپ نہ ہوں آپ نے فرمایا کہ ان کی
قبر کو چومے اس نے کہا کہ اگر قبر معلوم نہ ہو آپ نے ارشاد کیا کہ دو خط کھینچکر ایک کو ماں کی
قبر اور دوسرے کو باپ کی قبر قرار دیکر بوسہ دے (۲) جلال الدین محدث نے روضۃ الاحباب
میں لکھا ہے کہ مجرب از برکات تمثال نقل قبر شریف پیغمبر خدا آنست ہر کہ آنرا با ہم با خود دارد
او را در میان خلق قبول تمام باشد یعنے جو شخص قبر شریف کا نقشہ کھینچکر اس کو اپنے
ساتھ رکھے خلق کی نظر میں اس کو عزت اور قبولیت حاصل ہوگی ۔ مزرع الحسنات اور دلائل الخیرات
میں آنحضرت کی قبر شریف کا نقشہ اتار کر لکھا ہے کہ اس کی زیارت عین قبر کی زیارت کا ثواب
رکھتی ہے ۔ اسی لئے بعض سماع خانوں میں اب بھی بوقت سماع لکڑی کی بنی ہوئی نقل قبر
حضرت خواجہ خواجگان بطور مجسم رکھی جاتی ہے ۔ پس جب ان دلیلوں سے قبر کا نقشہ
بنانا جائز ثابت ہوا تو بعد ضریح و تعزیہ کی نسبت کوئی اعتراض باقی نہیں رہا ۔ چنانچہ
بعض علماے اہل سنت رضوان اللہ علیہم نے اسی لئے تعزیے اور امام باڑے کی
تعظیم کو ضروری خیال کیا ہے مولوی مجید الدین محمد عرف مولوی مدن صاحب مفتی کلکتہ
نے استفسار حکام انگلشیہ کے جواب میں وجوب تعظیم اور اباحت تعزیہ کا فتوی تحریر
فرمایا جو دفتر سرکاری میں موجود ہے اور مولوی سلامت علی بنارسی نے تبصرۃ میں تحریر
فرمایا ہے کہ شک نیست کہ امام باڑہ و نقل تربت شریف مھد مرتب شدن واجب التعظیم

اور مولوی عبد العلی رسالۂ ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ میں نے ثقات کی زبانی سنا ہے کہ حضرت نظام الدین محمد قدس سرہ اور اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ مولوی عبد العلی محمد قدس سرہ و مولوی مجید الدین محمد عرف مولوی مدن صاحب مرحوم و مولوی انوار الحق صاحب و مولوی نور الحق صاحب قدس سرہم اور دوسرے علماے فرنگی محل و کلکتہ وغیرہ جس وقت تعزیہ شریف امام مظلوم کو دیکھتے تھے تو اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور دونوں ہاتھ تعزیے کی طرف دراز کر کے نہایت خضوع و خشوع سے فاتحہ پڑھتے تھے اور عند الاستفسار فرماتے تھے کہ یہ تعظیم اور فاتحہ امام مظلوم کی ہے کیونکہ یہ تعزیہ شریفہ موسوم بنام نامی امام مظلوم ہے۔ انتہی۔ ہمارے زمانہ میں اسی بلدہ حیدر آباد میں مرشد کامل عارف واصل حضرت منشی امداد علی صاحب خلیفہ حضرت مرزا سردار بیگ صاحب قدس سرہما نہایت خلوص کے ساتھ تعزیہ بناتے تھے اور نہایت تعظیم سے اس کو استادہ کرتے تھے یہ حضرت دینیات سے بڑے باخبر تھے چنانچہ اکثر لوگ صحاح ستہ کا درس حضرت ممدوح سے پڑھا کرتے تھے پس اگر یہ کام شرعاً ناجائز ہوتا تو ایسے مقدس اور متشرع بزرگ کبھی اس کو اختیار نہ فرماتے خزانۃ المفتین میں مرقوم ہے کہ مفتی را باید کہ نظر بحال عصر در امر فتویٰ و تدریس و دین عصر و الزمان کہ علما و صالحین فتویٰ بہ ترویج و قیام تعزیہ امام مظلوم داند نہایت بجا و مناسب است انتہی۔ ہندوستان میں شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کا ذکر بیان کرتے ہیں کہ جب تعزیہ ان کے مکان کے روبرو آتا تو حضرت اس کو کاندھا دیکر تھوڑی دور تک پہونچا دیا کرتے تھے اسی طرح عبد الرزاق صاحب ہانسوی کا ذکر ہے کہ سر و پا برہنہ تعزیہ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ الغرض یہ سب تعظیم و تکریم تعزیہ اور ضریح کی نہیں ہے بلکہ ان کی نظر دوسری طرف تھی ؎ حاجی بہ رہ کعبہ و من طالب دیدار + او خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ +

ف ۱۰۔ قولہ مخفیاً بتائیں کہ انما الانصاب والازلام سے کیا مراد ہے الخ

اقول۔ نہ ہر کہ داس صفت کج بود ہلال بود + نہ ہر کہ مخرج شینش بلال بود + ہر ایک چیز جو درانتی کی طرح ٹیڑھی ہو وہ ہلال نہیں ہو سکتی۔ اور ہر ایک شخص جس کو شین بولنا نہ آئے

وہ بال نہیں ہوسکتا ہے۔ قرآن شریف میں انصاب وازلام سے وہ جھنڈے اور چھڑیاں مراد ہیں جو پرستش کے لیے بنائے جاتے تھے خواجہ کا جھنڈا سالار مسعود غازی کی چھڑیاں الم محرم کے علم اس آیتہ کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے ورنہ بڑی مشکل ہوگی جہاں بادشاہی لشکر کے نشان کا ہاتھی اور علم اور ماہی مراتب نظر آیا کہ جھٹ کفر و شرک کا فتویٰ لے دوڑے اور جہاں کسی سوار کی برچھی پر جھنڈی دکھائی دی تکفیر کرنے لگے جہاں لاٹ صاحب کی ضیافت میں جھنڈیاں نظر آئیں انما الانصاب تلاوت فرمانے لگے کونسی درگاہ اور کونسا چلہ یا آستانہ ہے کہ جہاں جھنڈا نصب نہیں ہے۔ کسی چیز کی شباہت میں اس چیز کی شباہت بنانے کا قصد ہونا شرط ہے۔ والا فلا اس فیہ کما فی کتب الفقہ یہ علم اور تعزیے انصاب کی شباہت بنانے کے قصد سے نہیں بنائے گئے ہیں یہ سب چیزیں مشاہیر اسلام کی شہرت اور تالیف قلوب عوام کے لیے ہیں۔ بڑا فایدہ تو اس میں یہ ہے کہ ایسے مجمعوں اور رسموں سے عوام اہل اسلام کی کثرت ہوتی ہے اور دوسری اقوام کی نظر میں اسلام کی ہیبت اور وقار بڑھتا ہے خواہ محرم کے تعزیے ہوں یا حضرت محبوب سبحانی کی مہندی غرض ان سب کی واحد ہے۔ اگر یہ چیزیں بے فایدہ اور ناجائز ہوتیں تو کبھی کے موقوف ہوجاتیں سابق میں ایسے ایسے فقرا اور مشائخین علما و صالحین گزرے ہیں جن کے ہزارہا معتقدین تھے ان کے ذرا سے اشارے میں سب کچھ ہوسکتا تھا لیکن چونکہ وہ لوگ اس کے فوایدسے واقف تھے اور اس کو جائز سمجھتے تھے اسی لیے اس کے متعلق کچھ نہ کہا بلکہ ہمیشہ اس کی تعظیم کو مدنظر رکھا۔

ف ۱۱ ۔ قولہ ملخصاً۔ تمام علمائے اہل سنت نے ہمیشہ ان چیزوں کے خلاف فتویٰ دیا ہے اور علمائے اہل تشیع نے بھی اس کو اس صورت و حیثیت میں جائز نہیں رکھا ہے۔

اقول۔ علمائے اہل سنت کے فتوے اور طرز عمل کو تو ہم نے بیان کر دیا۔ اور اہل تشیع کے علما کا اس وقت جو کچھ طرز عمل ہے وہی ان کا عملی فتویٰ سمجھنا چاہیے۔ تمام علمائے اہل تشیع عراق و عجم ہر سال ضریح کے ہمراہ رہتے ہیں۔ اور ہند و دکن کے علمائے اہل تشیع کے پاس جیسا کثرت سے

ضریحیں اور علم استادہوتے ہیں وہ بخوبی ظاہر ہے فثبت جواز کل ذالک الحمد للہ رب العالمین۔

اب ان اعتراضوں کے جوابات لکھے جاتے ہیں جو ۱۲ محرم ۱۳۴۲ھ کے اخبار صحیفہ میں درج کیے گئے ہیں۔

ف ۱۔ قولہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو خالص توحید کو دنیا میں پھیلاتا ہے اور تعظیم لغیر اللہ کو شدومد سے منع کرتا ہے۔

اقول۔ بیشک اسلام ایسا ہی مذہب ہے جو توحید کو دنیا میں پھیلاتا ہے لیکن تعظیم لغیر اللہ کو اسلام جو منع کرتا ہے وہ تعظیم من حیث العبادۃ ہے نہ مطلق تعظیم من حیث التحیۃ وغیرہ مثلاً تعظیم پیغمبر کی، امام کی، مرشد کی، استاد کی، ماں باپ کی، بزرگوں کی، اپنے سے زیادہ عمر والے کی، مہمان کی، ان تعظیموں کی تو اسلام تعلیم کرتا ہے اگر اس کے متعلق احادیث لکھے جائیں تو ایک دفتر چاہیئے اس لیئے اس بیان کو ہم زیادہ طول نہیں دیتے ناظرین خود غور فرمالینگے۔ اگر مراد تعظیم سے یہ ہے کہ مروجہ تعظیم مثلاً ضریح کو بوسہ دینا علم اور تعزیوں کے آگے سر خم کرنا وغیرہ ناجائز ہے تو اس کے متعلق ہم عرض کرتے ہیں کہ فقہا نے اس کی اجازت دی ہے۔ کما فی الدرایہ فی شرح الہدایہ۔ یجوز السجدۃ لغیر اللہ بالقیام والانحناء اور شیخ عبد الحق محدث مرحوم جذب القلوب میں فرماتے ہیں کہ در وقت سلام آنحضرت در وقوف در آنجناب باعظمت دست راست را بر دست چپ بنہد چنانکہ در حالت نماز انتہی۔ اہل طریقت کے پاس تو سجدہ تعظیمی تک جائز ہے بعض فقہا نے بھی اس کے جواز کا ذکر کیا ہے۔ کما فی الکافی فی فقہ الحنفیہ ذکر الصدر والشہید انہ لا یکفر لہذا السجود لغیر اللہ لانہ یرید بہ التحیۃ دون العبادۃ۔ شرح اشباہ میں مرقوم ہے کہ اکثرھم ھو ان السجود علی وجہ ان اراد بہ العبادۃ یکفر وان اراد بہ التحیۃ لا یکفر لا یامر علیہ فی ذالک حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں کے سجدہ کرنے کی نظیر پیش کر کے علمائے

شہنشاہ اکبر کے آگے تعظیماً سجدہ کرنے کا جب فتویٰ دیا تو ملا عالم کابلی بدخشی افسوس کرتا تھا کہ ہائے
یہ نکتہ مجکو نہ سوجھا۔ ہم سجدہ کا فتویٰ نہیں دے رہے ہیں۔ چونکہ اعتراض میں تعظیم کی صراحت
نہ تھی اس لیے ہمکو اس سے تمام صورتیں بیان کرنا لازم ہوا ورنہ ہم بھی غیر خدا کے لئے سجدہ
ناجائز سمجھتے ہیں چنانچہ ایکبار مولوی جلال الدین صاحب قبلہ فرزند اکبر و خلیفہ حضرت شاہ
روشندل صاحب قدس سرہ سے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ اہل طریقت کے پاس مرید سے
جو سجدہ لیا جاتا ہے کیا شرعاً جائز ہوسکتا ہے انسان کو انسان سجدہ کرنا بالکل خلاف عقل و نقل
معلوم ہوتا ہے تو فرمانے لگے بابا جب فرشتوں نے انسان کو سجدہ کیا ہے تو پھر اگر انسان نے
انسان کو سجدہ کیا تو کیا برا ہوا میں نے عرض کی کہ وہ سجدہ خدا کے حکم سے تھا تو گویا خدا ہی کو کیا گیا
اس پر فرمانے لگے نہیں بابا وہ سجدہ خدا کو نہیں کیا گیا بلکہ آدم کو کیا گیا۔ السجدۃ سجدتان
سجدۃ العبادۃ و سجدۃ التحیۃ فالاولی لا تجوز لغیر اللہ و الثانیۃ
تجوز لغیرہ اور فرمایا کہ اہل طریقت جو سجدہ لیتے ہیں وہ ان دونوں سجدوں سے بھی جدا
ہے اس کی غرض اور ہی کچھ ہے اس میں بہت سے نکات ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے
کہ جب آدمی فقیری کے طریقہ میں قدم رکھے تو اس کو سر سے کبر کو نکالدینا چاہیئے اور اپنے
آپ کو ذلیل سمجھنا چاہیئے۔ پس نفس شکنی کے لیے سجدہ لیا جاتا ہے اور فرمانے لگے کہ کتاب
فوائد الفواد کو دیکھو تمہاری تشفی بخوبی ہوجائیگی۔ لیکن تم کو ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت
نہیں ہے یہ فرماکر خاموش ہوگئے۔ میں بھی از راہ ادب کچھ زیادہ عرض نہ کرسکا۔

و۲۔ تمام ارواح مقدسہ زمان و مکان سے مقید نہیں وہ ہر شخص پر اپنا فیضان
پہونچاتے ہیں جو ان کو صدق دل سے یاد کرتا ہے۔

اقول۔ لاریب فیہ لیکن زمان اور مکان کی قید صدق دل ہی کے حاصل کرنے کے لیئے
ہے مجالس یازدہم شریف کے زمانے میں اور مجالس دوازدہم شریف دوازدہم شریف کے
زمانہ میں اور مجالس عزا محرم کے زمانہ میں دلوں پر جو اثر کرتے ہیں وہ غیر ایام میں حاصل

نہیں ہوسکتا ہے یہ بالکل بدیہی باتیں ہیں ان کے متعلق دلائل پیش کرنا وقت ضائع کرنا ہے سب تو سب
عبادات مستحبہ کو بیجا لو مقید زبان مکان ہیں خدا تو ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہے پھر نماز استسقا صحرا میں
پڑھنے سے اور اعتکاف مسجد میں بیٹھنے سے کیا حاصل ہے امور محض مزید خلوص کیلیے ہیں ایسا ہی کسی بزرگ
کی قبر پر جانے میں اور گھر میں بیٹھکر ان کو یاد کرنے میں بڑا فرق ہے ۔ انسان کے دل کی حالت ہر وقت
یکساں نہیں رہتی ہے چنانچہ کشف النطاعن اصول الموتی میں لکھا ہے کہ امام شافعی گفتہ قبر امام موسیٰ
کاظم تریاق مجرب است مر اجابت دعا را ۔ اب فرمایئے جب ایسا تھا تو پھر قبر کی کیوں قید ہے حضرات
موسیٰ چالیس روز تک کوہ طور پر جاکر مصروف دعا رہے ۔ سرور عالم مدتوں شعب ابو طالب میں
مصروف عبادت رہے ع ۔ ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانے دارد ۔ فرض کرو کہ ایک شخص لے راستہ
چلتے ہوے کسی بزرگ کا خیال کیا یا کچھ پڑھنے لگا اور یہی عمل گھر میں بیٹھکر کیا یا نصف شب کو تنہائی
میں دل کو متوجہ کیا یا کسی بزرگ کے مزار پر جاکر متوجہ ہوا تو آخر ان حالتوں میں کچھ فرق ہے یا
نہیں مختلف صورتوں میں مختلف کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں ۔

ف ۳ قولہ اگر امام حسین علیہ السلام آج تابوت عصری میں تشریف لاتے تو آپ خود آواز بلند
پکارتے کہ یہ تعظیم و تکریم میری فرضی یادگاروں کی خدا کے پاس جائز نہیں الخ ۔

اقول ۔ بیشک ہم بھی اس وقت یہی پکارینگے کہ آب آمد تیمم برخاست شخص کی موجودگی
میں عکس کو کون مانتا ہے ۔ حضرت کے تشریف لانے کے بعد ان کی فرضی یادگاروں کی تعظیم
لغو اور سراسر لغو ہے اگر معترض صاحب کا یہ مطلب ہے کہ آج تک جو تعظیم و تکریم ان یادگاروں کی
کی گئی اس کے متعلق حضرت فرمائینگے کہ یہ ناجائز تھی تو اس میں دو شقیں ہیں ایک تو مطلق تعظیم
اور دوسری کسی خاص قسم کی تعظیم ۔ شق اول کے متعلق ہم نے ۱۰ محرم کے پرچہ کے جوابات میں
علما کے فتوے اور صلحا کے طرز عمل سے مطلق تعظیم کو ان یادگاروں کے متعلق ثابت کر دیا ہے
اب مکرر اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے شق دوم کے متعلق اگر معترض صاحب کسی خاص
قسم کی صراحت کرینگے تو ہم بھی اس کے متعلق کچھ عرض کرینگے کہ ایسی تعظیم فی الواقع جائز ہے یا

ناجائز حسنہ حسن سیئہ قبیح قبیح۔

(۳) قولہ ملخصاً۔ اگر مجالس عزا میں یہ عقیدہ پھیلایا جاتا ہے کہ (۱) امام حسین علیہ السلام کا خون امت کے گناہوں کا کفارہ ہے اور (۲) یہ کہ تمام دنیا کے گناہ صرف ایکبار غم حسین میں رونی صورت بنانے سے معاف ہوجاتے ہیں تو یہ عقیدہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔

اقول۔ اس اعتراض کے شروع میں حرف شرط لایا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معترض صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ درحقیقت کیا عقیدہ پھیلایا جاتا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ نہیں جناب ایسا عقیدہ نہیں پھیلایا جاتا ہے اس مختصر جواب سے ہم معترض صاحب کو تو ساکت کر سکتے ہیں لیکن ناظرین پر اس بات کو ظاہر کر دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان ہر دو امور کے متعلق علماء اہل اسلام کا کیا عقیدہ ہے۔ نواب مولوی محمد حسن رضا خاں صاحب بریلوی شہادت نامہ میں بحوالہ تفسیر کشاف و معارج النبوۃ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حق تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو واسطے ذبح حضرت اسمعیل کے حکم فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا کہ خداوند الوفیض منشور محمد مصطفے صلعم پیشانی نورانی اسمعیل علیہ السلام میں ہے اگر وہ ذبح ہوگا تو ظہور خاتم النبین شفیع المذنبین کس طرح سے ہوگا ارشاد خدا ہوا کہ اگر کوئی شخص عوض میں اسمعیل کے قربانی ہماری قبول کرے تو یہ امر موقوف رہے کسی نے پاؤں جرأت کا میدان شجاعت میں نہ رکھا مگر روح پر فتوح امام حسینؑ نے اس امر کو قبول کیا چنانچہ وفدیناہ بذبح عظیم بقول صاحب کشاف و مصنف معارج النبوۃ اشارت شہادت حسین علیہ السلام سے ہے سے شاہت حسین باد شاہت حسین الخ انتہی کلامہ۔

کنز الغرایب میں لکھا ہے کہ امام طبری سیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ جبریل نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ سیدا آپ کے باغ کے ان دو میوں کو شربت شہادت پلائینگے۔ اور یہ مصیبت آپ کے لئے سبب زیادتی شفاعت امت کا ہے انتہی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سر الشہادتین میں تحریر فرماتے ہیں کہ شہادت حسنین علیہما السلام تتمہ کمالات جناب سرور کائنات واقع ہوئی ہے انتہی ملخصاً اس سے زیادہ لکھنا موجب تطویل ہے۔ اب بتایئے کہ امر ندیہ راہ خدا کو آپ کیا کہتے ہیں۔

بدلہ ذبح اسمٰعیل کا کہتے ہیں۔ یا کفارہ گناہان امت کا یا موجب مزید شفاعت یا خود تتمہ کمالات پیغمبر آخر الزماں اصل یہ ہے کہ حضرت نے سر دیکر دین کو محفوظ کر دیا۔ اور دین کی بقا موجب نجات و بخشش است فلازم اللازم لازم تو حضرت کا سر دینا موجب بخشش ہوا اسی بات کو ذاکر بیان کرتا ہے جس کو آپ کفارہ سمجھتے ہیں۔ جواب نمبر (۲) اقول اس میں رونے پر اعتراض نہیں ہے بلکہ رونی صورت بنانے پر اعتراض ہے اس کا جواب ہم نے مختصراً قبل ازیں عرض کر دیا ہے کہ مقتضائے حال و مقام یہی ہے کہ ساکت بیٹھنے سے رونی صورت بنانا بہتر ہے تا بے اعتنائی ظاہر نہ ہو اب ذرا تفصیل سے بھی سن لیجئے بقول اکابر اہل اسلام غم حسین میں رونا رولانا رونی صورت بنانا یہ سب کام موجب اجر و ثواب ہیں چنانچہ ملا حسین واعظ کاشفی روضۃ الشہداء میں تحریر فرماتے ہیں کہ گریہ در ماتم حسین موجب حصول رضائے ربانی است و سبب وصول ریاض جاودانی چنانچہ در حدیث آمدہ من بکے علی الحسین او ابکی وجبت لہ الجنۃ یعنی ہر کہ بر حسین بگرید یا بگریاند سزاوار باشد کہ او را بہشت برند و جار اللہ زمخشری فرماید کہ ہر کہ گریہ بر بہشت او را واجب باشد و ہر کہ خود را گریاں فرماید بحکم من تشبہ بقوم فہو منہم در روضۂ وجبت لہ الجنۃ داخل است انتہی کلامہ۔ گریاں فرمودن ترجمہ ہے تباکی کا بس اس سے ثابت ہوا کہ من بکی او ابکی او تباکی وجبت لہ الجنۃ پھر اگر ایکبار رونی صورت بنانا باعث معافی گناہاں کہا گیا تو یہ عقیدہ اسلام کے خلاف کیوں ہوا امور مستحبہ میں بغرض ترغیب و تحریص ایسے بہت سی بشارتیں وارد ہوئی ہیں۔ حتی کہ اگر کسی نے مومن کے راستے سے کانٹے یا پتھر کو ہٹایا تو اس کے لیے بھی جنت کی بشارت ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص تمام واجبات و فرائض کو ترک کر کے کانٹے چنتا پھرے یا پتھر اٹھاتا رہے خدا غفور الرحیم ہے

ع۔ رحمت حق بہا نہ می طلبد۔ اور فقہا کا یہ بھی قول ہے کہ اعمال مستحبہ میں ضعیف حدیث پر بھی عمل جائز ہے۔ اس میں ضعیف قوی حسن متواتر احاد کی بحث کی ضرورت نہیں۔

ف ۵ قولہ مختصرا۔ ان روایات و قصص کو دہرانے کے بجائے جو اصلی روایات کے

لحاظ سے صحیح نہیں شمار ہو سکتے اور جس سے کوئی فایدہ حاصل نہیں ہو سکتا الخ۔

اقول قصص الاولین مواعظ الآخرین خود خداوند عالم نے بھی اپنے بندوں کی تعلیم کے لیئے یہی طریقہ اختیار کیا ہے قرآن مجید میں جابجا انبیا و امم سابقہ کا ذکر فرمایا ہے نیکوں اور مومنوں پر رحمت کی ہے تو کافروں اور ظالموں پر لعنت۔ اب رہا ایک ہی قصہ کو بار بار دہرانا من احبّ شیئاً اکثر ذکرہ یہ بھی فایدہ سے خالی نہیں ہے اذا تکرر الکلام علی السمع نقش فی القلب یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں ایک ایک ذکر کئی کئی بار کیا گیا ہے اصول روایات سے غیر صحیح ہونا جو لکھا ہے تا وقتیکہ اس کی کوئی تفصیل پیش نہ ہو اور اس پر بحث قایم نہ ہو اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ حتی الامکان ہر ایک ذاکر بھی کوشش کرتا ہے کہ صحیح روایت بیان کی جاے جھوٹی روایت بیان کرنے کے ارادے سے منبر پر نہیں بیٹھتا ہے وہ جو کچھ بیان کرتا ہے اپنے خیال سے اور معلومات کے لحاظ سے اس کو صحیح سمجھتا ہے کل کے گزرے ہوے واقعہ کو لوگ آج بیان کرنے بیٹھتے ہیں تو اس میں کچھ نہ کچھ اختلاف ہو جاتا ہے یہ تو تیرہ سو برس کا واقعہ ہے اس میں تو اختلاف ہونا لازمی ہے پس کسی کے بیان کو جھوٹا اور کسی کے بیان کو سچا سمجھنا کیا معنی جب اصل واقعہ میں اتفاق ہے تو پھر جزئیات میں بحث و تکرار لاحاصل ہے سب سے بڑا واقعہ مسلمانوں میں پیغمبر خدا کی وفات شریف کا ہے اس کے متعلق ایک ہی مذہب کے محدثین و مورخین میں بیسیوں طرح کا اختلاف ہے ایک کا بیان دوسرے سے نہیں ملتا حتے کہ تاریخ وفات بھی کوئی ٹھیک طور پر نہیں بتلاتا تو کیا ایسے اختلاف سے کوئی وفات شریف کا ذکر ہی کرنا چھوڑ دیگا یا اگر باختلاف یسیر کوئی کچھ بیان کرے تو اس پر دروغ بیانی کا الزام لگایا جاے فاعتبروا یااولی الابصار۔

ف ۶۔ ایسے زمانہ میں جبکہ مسلمان راہ شریعت کو بھولے ہوے ہیں تمام علما کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کی تلقین کریں الخ

اقول۔ بحمد اللہ یہاں کوئی ایسی مجلس عزا نہیں ہے کہ جس میں کفر کی تلقین کی جاتی ہو۔

ذکر شہادت حسین اور ان کی یادگاریں قایم کرنا عین اسلام کی تلقین ہے جہاں حضرت کا ذکر سنا یا ان کی یادگا
کو دیکھا بس ان کی وہ جانفشانی یاد آجاتی ہے جو انھوں نے خدا کے واسطے کی تھی اس ہادی اسلام کی ثابت قدمی
کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتی ہے اس کے ساتھ ہی دین کی عظمت دل میں سمانے لگتی ہے یہاں مجکو
ذکر یاد آگیا پچیس تیس سال کے قبل ایک محفل میں کچھ واعظوں کی تعریف ہو رہی تھی میں بھی وہاں موجود تھا کوئی
صاحب کسی واعظ کو اچھا کہتے تھے کوئی صاحب کسی کو غرض ایک صاحب نے ایک مولوی صاحب کا نام لیکر کہا
کہ فلاں صاحب جو قوم کے عرب اور شافعی المذہب ہیں خوب وعظ بیان فرماتے ہیں دوسرے صاحب ازراہ حسد
کہنے لگے کہ جناب وہ تو مسجد میں علم پڑھاتے ہیں شاید اسی لیے ان کو لوگ مولوی شدہ کہتے ہیں یہ سنتے ہی ایک
صاحب جو وہیں قریب بیٹھے ہوئے تھے جو بظاہر مولدین سے معلوم ہوتے تھے کہنے لگے انہ اشد حبا للحسین
فلذا یقال لہ مولوی شدہ اس پر ایک صاحب کہنے لگے جناب شدی پڑھانا اور وہ بھی مسجد میں پھر اوسی مولد
صاحب نے جواب دیا کہ ان منسوب الیہ علیہ السلام سبب بقای المساجد وقطع راسہ بحال
السجدۃ اس پر معترض صاحب بہت ہی بگڑے اور کہنے لگے ان تیل کے پنجوں کی اتنی تعظیم کچھ سمجھ میں نہیں
آتا کیا معاملہ ہے پھر اسی مولد صاحب نے کہا ما نسب الیہ علیہ السلام فعلیکم التعظیم پھر تو معترض صاحب
بہت ہی غصہ میں آکر کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کالے کپڑے پہنکر نوحہ پڑھکر اب ماتم بھی کیا کرینگے
اس پر اس مولد صاحب نے کہا یجوز کل ذالك فہو مکروہ ولکن لا یحرم کما قال صاحب جامع الاصول فی شرح
السنن للشافعی قال والذی ذہب الیہ الشافعی ان النیاحۃ وشق الجیوب وضرب الخدود وتخمیش الوجوہ
والصیاح مکروہ اور فتاوی سمی بعالمگیری ویکرہ للرجال تسوید الثیاب وتمزیق تقہا للتعزیۃ
ولا باس بالتسوید للنساء جب گفتگو میں تلخی پیدا ہونے لگا تو ایک اور صاحب نے ہنستے ہوئے بطور دفع
الوقتی مولانا کی مثنوی کی جلد ششم کے یہ شعر پڑھنا شروع کردیے (نظم) روز عاشورا ہمہ اہل حلب
باب انطاکیہ اندر تا بشب + گرد آید مرد و زن جمعے عظیم + ماتم آں خانداں دارد مقیم + نالہ و نوحہ کنند
اندر بکا + روز عاشورا برائے کربلا + بشمرند آں ظلمہا و امتحاں + کز یزید و شمر دیداں خانداں + در غریو و نالہا
در سر گزشت + پر ہمیں گردند در صحرا و دشت + یک غریبے شاعرے از رہ رسید + روز عاشورا و آں افغاں شنید

بہر سو پیالہ ای تشنہ لبعد از اتہام + چیست این غم کہ ایں ماتم فتاد + آں کیے گفتہ کہ ہے ولولہ + تو نہ مہمان عدو خانہ
روز عاشورا ہمی دانی کہ چیست + ایں مبتں خوانی زرد آستے کہ ہست + ایں پیش مومن ماتم آں پاک روح + شہرہ باشد ز صد طوفان
نوح + استنے میں پھر کچھ اور لوگ آ گئے وہ بحث بوں ہی ناتمام رہ گئی۔ اس ذکر کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ تفحص
لغت ان باتوں کا جواز ثابت ہوتا ہے سوائے اس کے کہ ان آخر الذکر کاموں کو مکروہ کہیں ٹھہراتے ہیں داخل نہیں
ہو سکتے اور کوئی ... ... اور ... اگر ... مطلب کریں تو سوائے آئیں بائیں شائیں کے کوئی جواب نہیں ہے

ف ۔ قولہ جوش محرم میں ہوتا ہے اس سے عمدہ کام لیا جاوے ۔ اور اس کو اسلام کے صحیح راستے پر لگانا
چاہیے اس ... امام حسینؑ کا حقیقی غم کر سکتے ہیں۔ **اقول** ۔ محرم کے جوش کا جو مقتضا ہے وہ تو بخوبی پورا
ہو جاتا ہے اب معترض صاحب اس کے متعلق عملی طور پر کچھ کر کے دکھائیں تو مناسب ہوگا تاکہ لوگ اس طریقہ
کو اختیار کر لیں۔ اس لیے کہ دنیا میں جتنے کام ہیں ان کو یوں نہیں اگر ... آپ نے دیکھ کر سیکھا ہے ورنہ
بغیر کچھ کرنے کے دوسروں کے کاموں پر حرف رکھنا اور روپیہ خرچ کر کے محنت کیا تھا وہ لوگ جو کچھ کر رہے
ہیں اس کو غیر حقیقی کہہ دینا انصاف سے بعید ہے ایسا کرنے والوں کے لیے سرکار سے کوئی انعام مقرر نہیں ہے
خواہ مخواہ اس کے لالچ سے ایسا کیا جاتا ہے بلکہ جو کچھ کرتے ہیں اس کو حقیقی سمجھ کر کرتے ہیں۔ **ف ۸** قولہ لفظ
امام علیہ السلام کی ناکامی بایں معنی کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے دنیا میں حریت اور مساوات کو باقی رکھنا چاہا تھا
چونکہ یہ مقصد ... یہی ناکامی ہے اگر یزید پر ان کو فتح حاصل ہوتی تو یہ مقصد پورا ہو جاتا اس وقت کامیابی
کہی جا سکتی تھی۔ **اقول** ۔ حریت کو باقی رکھنے کا اگر یہ مطلب ہے کہ کوئی عبد یا امۃ کی تعریف میں نہ آئے
اور ان کے متعلق قرآن و حدیث میں جو احکام ہیں اس کی ضرورت باقی نہ رہے اور مساوات میں یہ کہ اعلیٰ
ادنیٰ امور متعلقہ ... کے من کل الوجوہ سب یکساں ہو جائیں تو ان ہر دو امور کے متعلق امام علیہ السلام
کا ہرگز یہ منشا نہ تھا۔ اور اگر یہ مقصد ہے کہ احکام شرعیہ عبادات معاملات حدود و قصاص وغیرہ میں
سو الحمد للہ بسبب بقائے اسلام یہ تمام باتیں باقی رہیں اور مٹنے نہ پائیں جہاں اسلامی ریاستیں ہیں حال
بسبب سرفروشی امام ہمام یہ سب باتیں زندہ ہیں اور تا قیام قیامت باقی رہیں گی اور یہی امام کا عین مقصد تھا
یہی ان کی کامیابی کی عین دلیل ہے سرور عالم نے جو ارشاد فرمایا حسین منی وانا من حسین اسی کامیابی کی طرف اشارہ ہے
یعنی حسین سے میرا دین باقی رہے گا۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما ۔ مرقوم ... صفر ... راقم فقیر ... سید علی نقی عرف سید ... علیشاہ چشتی ... ساکن جام باغ ... متصل مکان میر سلطان علی صاحب